مولانا کوثر نیازی

دار العلوم حقانیہ پاکستان میں

وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برِ صغیر میں دار العلوم دیوبند کو حاصل ہے

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے پاس نیک نیتی اور اخلاص کا زادِ راہ تھا جو آج عظیم ادارہ دار العلوم حقانیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۶ء کو لاہور کے جناب مولانا کوثر نیازی سابق وزیرِ اطلاعات ونشریات دار العلوم تشریف لائے۔ دار العلوم میں قیام کے دوران تعلیمی اور انتظامی شعبے اور تعمیراتی کام دیکھ کر بیحد محظوظ ومسرور ہوئے۔ بعد از نمازِ عصر جامع مسجد دار العلوم کے وسیع صحن میں مولانا موصوف نے ذیل کا خطاب فرمایا جو مولانا کی گہری بصیرت، تجربہ اور دینی وفکری پختگی کا غماز ہے۔ تجدد پسند دین کے نام پر دین میں جدت طرازی کرنے والوں کے بارہ میں مولانا کے ارشادات ایک ایسے آزمودہ کار کے خیالات ہیں جو خود کافی عرصہ متأثر رہا ہے ——— (ادارہ) ———

مجھے آج دار العلوم میں آنے کا موقع ملا، یہ میری بہت بڑی سعادت ہے اور آج میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ میں سالہا سال سے آپ کے دار العلوم اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) کی عظیم شخصیت سے متاثر ہوا اور وہ خدماتِ جلیلہ جو حضرت مولانا اور یہ ادارہ دینِ حق کی بجا لا رہا ہے، شروع سے اس کا قدر دان ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو زمانہ جا رہا ہے اور جس طرح حالات ہمیں گھیرے ہوئے ہیں اور دینِ حق کو جو فتنوں کا سامنا ہے ان میں ایسی بزرگ ہستیاں مغتنماتِ زمانہ میں سے ہیں، اور کبھی خیال آتا ہے کہ جب یہ لوگ بھی نہ رہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا حضرت شیخ الحدیث کا وجودِ مسعود بھی ان میں سے سمجھتا ہوں ؎

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

میرے بارہ میں جو ذرّہ نوازی آپ لوگوں نے فرمائی، بغیر تصنع اور بناوٹ کے کہتا ہوں کہ میرے اندر ان خصوصیات کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں ہے، علماءِ ربانیین کا ادنیٰ خادم اور اُن کے خاکِ قدم کو سرمۂ چشم بصیرت اور نجات کا باعث سمجھتا ہوں، اگر کوئی متاع لوراہ و رختہ میرے پاس ہے تو یہی ہے۔ میں کچھ تقریر کا ارادہ نہیں رکھتا، آپ اہلِ علم ہیں، میں تو آپ سے سیکھنے آیا ہوں، بس ایک رشتہ کی بناء پر کہ میں ایک ادنیٰ طالبعلم ہوں۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ دنیا عزت اور اقتدار لیے جا رہی ہے، آپ کو اللہ نے دنیا طلبی سے محفوظ رکھا، قناعت کا جذبہ اور زندگی عطا فرمائی، اپنے اور رسول کریم کے علوم کا وارث بنایا، اس سے بڑی عزت اور کیا ہو سکتی ہے؟ لوگوں کے پاس جو اقتدار ہے وہ زوال پذیر اور پانی کے بلبلہ کی مانند ہے، کل جو کرسی پر تھے آج اُن کا نام لینا بھی جرم اور قابلِ دشنام ہو چکا ہے۔ اُن کا حکم صرف جسموں پر چلتا ہے دلوں پر نہیں، آپ کا حکم اس زمانہ میں بھی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر چلتا ہے، اصل دولت دولتِ آخرت ہے اور اس دولت کے مقابلہ میں دنیا کی نسبت یہ ہے جیسے کوئی بہتے ہوئے سمندر میں انگلی ڈال دے اور کچھ تری اس کی انگلی پر لگ جاوے، آپ کی مثال تو بحرِ مواج کی مانند ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ اس شعور کو تازہ رکھ کر اس دار العلوم سے فارغ ہوں ———

میں نے آج کے مختصر قیام کے دوران جو کچھ دار العلوم میں دیکھا جو سُنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جو جائزہ لیا، اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاءاللہ یہ دار العلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر پاک وہند میں دار العلوم دیوبند کا ہے۔

اس لحاظ سے یہاں سے فارغ ہونے والوں کی ذمہ داری اور بھی نازک ہو گی جب آپ یہاں سے نکلیں تو آپ کے علم کے ثمرات لوگوں پر منکشف ہونے چاہئیں یہ دور بلاشبہ سیاست کا ہے اور اسلام دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتا مگر جو سیاست اس زمانہ میں چل رہی ہے، اس کا یقیناً دین سے کوئی تعلق نہیں اور جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی کی صورت سامنے ہے۔ اس سیاست نے ایسے جذبات پیدا کیے کہ سینے اقتدار کی بھٹیاں بن کر رہ گئے۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ابلیس کا دعویٰ تھا

میں نے آج کے قیام کے دوران جو کچھ دار العلوم میں دیکھا، جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جائزہ لیا اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاءاللہ یہ دار العلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر میں دار العلوم دیوبند کی ہے۔

مگر اس ایکشنی سیاست کی بنیاد ہی اس دعویٰ پر ہے اور اس دعویٰ ابلیس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کے سپہ سالار مہابت خان کو جب اس بغاوت کی سوجھی، جیل سے لکھا کہ مہابت خان ہم کو تخت و اقتدار نہیں بلکہ اصلاح درکار ہے۔ اس مشورہ نے جہانگیر کو بھی گرویدہ کر دیا اور نکھے پیر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہاں حاضری دینے لگا۔ اس جذبۂ اصلاح و خیر خواہی نے جہانگیر کو بدل دیا اور جب ان کے پند و نصائح سے متاثر ہوا تو شراب نوشی تک چھوڑ دی۔ علماء کبھی اقتدار کے طالب نہیں رہے مگر حق بات کہنے میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی بلکہ ؎

اور حق بات بہر حال نہ تبغ کریں گے
یہ جرم اگر ہے تو سر دار کریں گے

اصلاح کے جذبہ کی ضرورت ہے، اور جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو قرآن و سنت کے ان سرچشموں کو گدلا نہ کیجئے، ہر حال میں کلمۂ حق کہیئے مگر ایک مخلص اور خیر خواہ کی حیثیت سے۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ تبلیغ آپ کا فریضہ، آپ کا مشن ہے۔ آپ ان عیسائی مشنریوں کو دیکھئے جن کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے، انہوں نے بے سروسامانی سے مشن کا آغاز کیا۔ اس کا پہلا مشنری جو ۱۷۸۶ء میں کلکتہ آیا، ایک موچی کا لڑکا تھا اُس نے تجویز پیش کی کہ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے۔ وہ ہر گلی کوچہ گیا، ہر گرجہ میں چندے کے لیے ہاتھ پھیلائے تاکہ ہندوستان روانہ ہو سکے اس تمام محنت کے بعد اسے کل ساڑھے تیرہ شلنگ چندہ ملا، حالانکہ اُس وقت اس سفر کے لیے اسے کم از کم پچاس پونڈ کی ضرورت تھی۔ اُس نے جہاز والوں کو منت سماجت کرکے راضی کیا اور کہا کہ میں تمہاری ہر قسم کی خدمت کروں گا، جوتے صاف کروں گا مگر مجھے ہندوستان لے چلو۔ چنانچہ اُس نے یہاں آکر عیسائی مشنری کا پودا لگایا جو آج ایک مضبوط درخت بن چکا ہے اور اس کے کانٹے برابر ملتِ مسلمہ کے دامن کو تار تار کر رہے ہیں۔

اپنے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مثال سامنے رکھیئے، جن حالات میں انہوں نے دارالعلوم کا آغاز کیا ہوگا میرا اندازہ ہے کہ اس وقت کچھ بھی ان کے پاس نہ ہوگا، نہایت بے سروسامانی میں ارادہ کیا ہوگا مگر نیک نیتی، اخلاص اور جدوجہد زادِ راہ تھا تو آج اس عظیم ادارہ کی شکل میں دارالعلوم موجود ہے، لاکھوں روپے لگ گئے اور انشاء اللہ آئندہ کروڑوں خرچ ہوں گے۔ اگر آپ لوگ دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے نیک نیتی سے کام شروع کریں گے تو خدا کی مدد یقیناً ساتھ ہوگی، وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو زادِ راہ سے مایوس نہیں کریں گے۔

مولانا محمد علی جوہرؒ نے کیا خوب کہا کہ مشکلات اور بے سروسامانی سے نہ گھبراؤ، تم نے نہیں دیکھا کہ راستہ پر چلنے والے کو حدِ نظر سے آگے سڑک ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خاص حد سے آگے سڑک بند ہے مگر جب آدمی چلتا ہے تو مزید راستہ کھلتا نظر آتا ہے ــــ بڑھتے چلو خدا کا نام لیکر آگے بڑھتے چلو ــــ

اور قافلہ بڑھتا گیا

ــــ خیر اور شر کی بحث میں ــــ
ــــ حق اور باطل کے موازنے میں ــــ
ــــ وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے تھے ــــ
ان کا نصب العین
ــــ ان پر روشن ہو چکا تھا ــــ
ــــ اب شرط اخلاص اور استقامت کی تھی ــــ
ــــ اخلاص اور استقامت ہی کو ــــ
ــــ ان کی اصل طاقت بننا تھا ــــ
ــــ یہی ان کی طاقت ثابت ہوئی ــــ
ــــ اور اسی لیے سفر جاری ہے ــــ
قافلہ چل رہا ہے
زمانہ دیکھ رہا ہے
ــــ آج روئے زمین کا کونسا ایسا حصہ ہے، ــــ
جہاں ان کے لیے
ــــ دعاؤں میں اُٹھنے والے ہاتھ نہیں ــــ
ــــ یا جہاں ان کے عدو نہیں ہیں ــــ
تاریخ کرۂ ارض کے
ــــ ان لاتعداد انسانوں کو سلام کہتی ہے ــــ
جو کبھی صرف ۵ تھے

فضل سعید کرم ایجنسی